

اقرار سے متعلق قواعد فقہیہ اور پاکستانی قانون کی تطبیقات کا تقابلی جائزہ

حافظ محمد اسحاق *

ہمایوں عباس **

Abstract:

With the increasing of social issues, the Islamic jurisprudence has become very broad, so the jurists felt the need that some rules in the shape of legal maxims should be made to cover all the Islamic laws. whenever a new problem is created, its solution will be searched in the light of legal maxims. It is easy way to resolve the relevant issue. The above mentioned texts should not mean that the legal maxims are equivalent to the Quran and hadeeth. The greatest benefit of the legal maxims is that after making a rule, according to the principle of shari'ah a complete picture of jurisprudence chapter comes in the mind. in the jurisprudence one of the most important methods of evidence is confession or admission of the guilt by the accused. Under the Islamic law iqrar includes admission and confession. A confession is an acknowledgement or statement in express words, by the accused in a criminal case, of the truth of the guilty fact charged or of some essential part of it without any pressure before the judge. A confession must admit in terms the offence, or at any rate substantially all the facts which constitute the offence. There are many legal maxims narrated in jurisprudence books about the confession. This thesis is about the comparative and analytical study between the legal maxims and Pakistani laws about the confession. Thus it can safely be said by way of conclusion that Islamic law of confession, when compared with the Common law of Pakistan is certainly more humane, just, fair and much more mature. at the behalf of this comparative study can be said that the mostly Pakistani laws are not according to the shari'ah laws.

قواعد فقہیہ کا سب سے بڑا فائدہ یہ ہے کہ ایک اصول وضع کرنے کے بعد اسی اصول کے مطابق شرعی مسائل کا حل تلاش کیا جاتا ہے۔ قواعد فقہیہ نہ تو قرآن ہیں اور نہ ہی حدیث کا درجہ رکھتے ہیں۔ لیکن قرآن و سنت و اجماع اور قیاس کے مطابق ضرور ہیں "قواعد فقہیہ" دو الفاظ کا مجموعہ ہے۔ قواعد، قاعدہ کی جمع ہے۔ قاعدہ کے درج ذیل معانی ہیں۔

۱. اساس: قاعدہ اساس یعنی بنیاد کو کہا جاتا ہے جیسے قواعد البیت یعنی گھر کی بنیادیں وغیرہ (۱)

قرآن مجید میں ہے قواعد بمعنی گھر کی بنیادیں استعمال ہوا ہے۔ جب حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کعبۃ اللہ کی تعمیر کر رہے تھے تو اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

* پی ایچ ڈی سکالر، شعبہ علوم اسلامیہ، گورنمنٹ کالج یونیورسٹی فیصل آباد

** پروفیسر، شعبہ علوم اسلامیہ، گورنمنٹ کالج یونیورسٹی فیصل آباد

﴿وَإِذْ يَرْفَعُ إِبْرَاهِيمُ الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَيْتِ وَإِسْمَاعِيلُ﴾ (۲)

اس وقت کو یاد کرو جب ابراہیم اور اسماعیل بیت اللہ کی بنیادیں بلند کر رہے تھے۔

۲. المجلس: قاعدہ کا اطلاق اس شخص پر بھی ہوتا ہے جو زیادہ بیٹھنے والا ہو۔ (۳)

۳. الاستقراء (۴): ثابت قدمی کو بھی کہا جاتا ہے اور اسی معنی میں قرآن کی آیت ہے فرمایا:

﴿فِي مَقْعَدِ صِدْقٍ عِنْدَ مَلِكٍ مُّقْتَدِرٍ﴾ (۵)

اصطلاح میں قاعدہ کی یوں تعریف کی گئی ہے۔

"قضية كلية منطبقة على جميع جزئياتها" (۶)

ایسا کلی قضیہ جو اپنی تمام جزئیات پر منطبق ہوتا ہو۔

فقہ کی نسبت فقہ کی طرف ہے اور فقہ کے درج ذیل معانی ہیں۔

۱. الفہم (۷): فقہ، سمجھ بوجھ کو کہا جاتا ہے۔

۲. العلم (۸): کسی چیز کا ادراک اور علم پر بھی فقہ کا اطلاق ہوتا ہے۔

فقہ کی اصطلاحی تعریف عبدالقادر جرجانی نے یوں ذکر کی ہے۔

"بانه العلم بالاحكام الشرعية العملية المكتسبة من ادلتها التفصيلية" (۹)

فقہ ایسے شرعی عملی احکام کے علم کا نام ہے جو اولیٰ تفصیلیہ سے مأخوذ کئے گئے ہوں۔

"قواعد فقہیہ" کی بطور علم درج ذیل تعریف کی گئی ہے۔

"حكم اكثري لاكلى ينطبق على اكثر جزئياته لتعرف احكامها منه" (۱۰)

قواعد فقہیہ ایسے اکثریتی حکم کا نام ہے جو کلی حکم نہ ہو اور جن کا اطلاق احکام کی معرفت کے لئے اکثر جزئیات

پر ہوتا ہو۔

عصر حاضر میں علم قواعد فقہ میں مہارت رکھنے والے ڈاکٹر علی ندوی نے یوں تعریف کی ہے۔

"حكم شرعى فى قضية اغلبية يتعرف منها احكام ما دخل تحتها" (۱۱)

ایسا شرعی حکم جو اکثریتی قضایا میں استعمال ہو جس سے ان قضایا کے ماتحت آنے والے احکام کی معرفت حاصل

ہو۔

قانون (LAW) کی اصطلاحی تعریف

عصر حاضر میں قانون کسی ریاست کے لئے لازمی جزء بن گیا ہے۔ عربی میں عصری قانون کو قانون وضعی سے

تعبیر کیا جاتا ہے۔ لفظ قانون کے بارے میں اختلاف ہے کہ قانون عربی لفظ ہے یا عجمی ہے۔ ابن منظور کی تحقیق کے

مطابق قانون عربی لفظ نہیں ہے۔ فرماتے ہیں:

القوانین: الواحد قانون ولس بعربی (۱۲)

قوانین جس کا واحد قانون ہے اور یہ عربی لفظ نہیں ہے۔
قانون کی اصطلاحی تعریف یوں کی گئی ہے۔

مجموعة القواعد القانونية المتبعة في دولة معينة مهما كان مصدرها (۱۳)

اس سے مراد قانونی قواعد کا وہ مجموعہ جس کی کسی ملک میں پیروی کی جاتی ہو اس کا مصدر جس طرح کا بھی ہو۔
قانون سے مراد بھی چند قواعد ہیں پھر ان قواعد کو کسی بھی ملک میں جھگڑوں اور معاملات کے تصفیہ کے لیے لاگو کیا جاتا ہے۔ قانون کی درج ذیل خصوصیات ہیں۔

۱. وضعیہ: قانون کو کسی انسان نے وضع کیا ہے اور قانون کے مصادر عام ہیں۔
 ۲. نظم و ضبط و انصاف کا ذریعہ: قانون معاشرتی تفریق کو ختم کر کے نظم و ضبط و انصاف کو فروغ دیتا ہے۔
 ۳. مساوات: قوانین کسی خاص طبقہ یا شخص معین کے لئے نہیں بنائے جاتے ہیں بلکہ قانون میں مساوات و عدم تفریق ہوتی ہے۔ ہر شخص کے لئے برابری کی سطح پر قانون وضع کیا جاتا ہے۔
 ۴. لزوم: قانون کو لازمی لاگو کرنا ہوتا ہے یا قانون پر عمل داری میں جبر اور قوت نافذہ ہوتی ہے۔
- درج بالا وضاحت سے یہ بات عیاں ہو گئی ہے کہ قواعد فقہیہ اور قانون شکل و صورت کے لحاظ سے ایک دوسرے کے مشابہہ نہیں ہیں۔ لیکن ضوابط فقہیہ اور قانون میں کسی حد تک مشابہت ہے۔

قواعد فقہیہ اور قانون میں فرق

- ۱۔ قانون پر عمل کرنا لازمی ہے گویا کہ قوانین فرض کے درجہ میں ہیں۔ جبکہ قواعد فقہیہ کا ہر حکم فرض کے درجہ میں نہیں ہے۔
- ۲۔ قوانین کے نشاۃ اور وضع کرنے میں انسان کا عمل دخل ہے۔ جس میں زیادہ تر انحصار عرف و عادت پر کیا جاتا ہے۔ لیکن قواعد فقہیہ کے مصادر قرآن و حدیث اور فقہاء کا اجتہاد ہے۔
- ۳۔ قوانین صرف ریاستی نظام میں معاملات کے متعلق ہوتے ہیں۔ جبکہ قواعد فقہیہ معاملات کے علاوہ عقیدہ، عبادات اور اخلاق سے متعلق بھی ہوتے ہیں۔
- ۴۔ قوانین میں ظاہر پر عمل کیا جاتا ہے۔ جیسے قتل کے لئے ظاہری شہادت کو دیکھا جاتا ہے۔ جبکہ قواعد فقہیہ کا تعلق ظاہر اور باطن دونوں سے ہے۔

عہد نبوی سے لیکر تابعین کے زمانہ تک مختلف اسلامی علوم و فنون اس شکل و صورت میں مدو نہیں تھے جس طرح آج موجود ہیں۔ باقی اسلامی علوم و فنون کی طرح قواعد فقہیہ کے کلمات بھی قرآن و حدیث اور اقوال صحابہ میں موجود ہیں جن کو بعد میں محققین نے مستقل قواعد شمار کئے ہیں۔ جیسے نبی پاک کی حدیث مبارکہ ہے۔

"لاضرر ولاضرار" (۱۴)

اسلام میں نہ تو کسی کو تکلیف دینا ہے اور نہ ہی تکلیف اٹھانا ہے۔

اسی طرح صحابہ کرام کے اقوال بھی ملتے ہیں جو کہ قواعد کا درجہ رکھتے ہیں جیسے حضرت علی المرتضیٰ کا قول ہے۔

"من قاسم الربح فلا ضمان علیہ" (۱۵)

جس نے نفع تقسیم کر دیا اس پر کوئی ضمان نہیں ہے۔

جامعہ اردن کلیہ شریعہ کے استاد ڈاکٹر عثمان شبیر نے قواعد فقہیہ کو چار ادوار میں تقسیم کیا ہے۔

پہلا دور: عہد نبوی تا چوتھی صدی ہجری

دوسرا دور: چوتھی ہجری تا نویں ہجری

تیسرا دور: دسویں ہجری تا بارہویں

چوتھا دور: عصر حاضر میں قواعد فقہیہ پر تحقیقی کام۔ (۱۶)

قواعد فقہیہ کا پہلا دور عہد نبوی سے لیکر آئمہ اربعہ تک محیط ہے۔ اس دور میں زیادہ تر احادیث کی تدوین پر توجہ دی گئی لیکن اس دور میں فقہی کتب بھی تالیف کی گئی ہیں۔ جن میں فقہی قواعد مذکور ہیں۔ جیسے امام مالک بن انس کی کتاب "المدوۃ" امام ابو یوسف کی کتاب "الاصل" اور امام محمد بن ادریس شافعی کی "کتاب الام" ہے۔ ان کتب میں فقہی قواعد بھی مذکور ہیں۔ قواعد فقہیہ کا دوسرا دور چار ہجری سے لیکر نو ہجری تک محیط ہے۔ جس کو مرحلہ نمودار تدوین بھی کہا جاتا ہے اور یہ وہ مرحلہ میں ہے جس میں قواعد فقہیہ پر مستقل کتب تالیف کی گئیں۔ فقہی قواعد کے اصل واضع امام ابو طاهر الدباس حنفی بھی اسی دور کے ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ امام ابو دباس نے فقہ حنفی کے اجتہادات کی روشنی میں سترہ فقہی قواعد وضع کئے۔ امام ابو طاهر الدباس رات کو چھپ ان فقہی قواعد کو دہراتے تھے اور وہ ان قواعد کو کسی پر ظاہر نہ ہونے دیتے تھے۔ ایک دن امام ابو سعید ہروی شافعی رات کو مسجد کی صفوں میں فقہی قواعد سننے کی غرض سے چھپ گئے۔ ابھی امام ابو طاهر الدباس نے کچھ فقہی قواعد دہرائے ہی تھے کہ امام ابو سعید ہروی کو پھینک آئی جس پر وہ خاموش ہو گئے۔ امام ابو سعید ہروی نے واپس آکر فقہی قواعد کی تعلیم اپنے شاگردوں کو دینا شروع کر دی۔ امام ابو طاهر الدباس نے فقہ حنفی کے کل سترہ قواعد جبکہ پانچ اساسی قواعد بیان کئے ہیں۔

۱. الامور بمقاصد

۲. الیقین لایزول بالشک

۳. المشقة تجلب التيسير

۴. الضرر يزال

۵. العادة محكمة (۱۷)

قواعد فقہیہ کی تدوین کے دوسرے دور میں کئی تالیفات ہوئی ہیں۔ دوسرے اور تیسرے دور میں کتب "الاشاہ والنظار" کے عنوان پر امام سبکی، زرکشی، سیوطی وغیرہ نے علم قواعد فقہ کو بام عروج بٹھایا ہے۔ جب ہم عصر حاضر میں قواعد فقہیہ پر تحریری و تحقیقی کام کو دیکھتے ہیں تو عصر حاضر میں قواعد فقہیہ پر کثیر تعداد میں محققین کا ذکر ملتا ہے۔ جنہوں نے مختلف انداز میں نئی جہت اور نئے اسلوب سے قواعد فقہیہ پر تحقیقی کام کیا ہے۔ ذیل میں عصر حاضر میں ہونے والے قواعد فقہیہ پر تحقیقی کام ذکر کیا جاتا ہے۔

- ۱۔ مجلۃ الاحکام العدلیہ پر شروحات کا تحقیقی کام: جیسے شرح قواعد المجلۃ الاحکام العدلیہ: مؤلف عبدالستار القریری
- ۲۔ کتب قواعد فقہ پر تحقیقات و شروحات: جیسے مختلف جامعات میں کتب کی تحقیق کی گئی ہیں۔ جیسے تحقیق از عادل احمد، عبدالموجود، علی محمد: الاشاہ والنظار لِسبکی، ناشر دارالکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۱۱ھ / ۱۹۹۱ء
- ۳۔ کتب فقہ سے ماخوذ قواعد فقہیہ: جیسے قواعد الفقہ المالکی من خلال کتاب الاشراف علی مسائل الخلاف: کتاب الاشراف قاضی عبدالوہاب مالکی کی ہے۔ محمد روکی نے کتاب الاشراف سے مالکی قواعد فقہیہ کو جمع کیا ہے۔

- ۴۔ عصر حاضر میں قواعد فقہیہ پر مستقل کتب: جیسے شرح القواعد الفقہیہ: مؤلف شیخ احمد بن محمد الزرکا (متوفی ۱۳۵۸ھ)
- ۵۔ مخصوص قاعدۃ کے متعلق کتب و مقالات: جیسے النیۃ واثراھا فی الاحکام الشرعیۃ: مؤلف ڈاکٹر صالح بن غانم السدلان، مطبوعہ مکتبۃ الخریطی ریاض، ۱۴۰۴ھ / ۱۹۸۴ء

اقرار کا معنی و مفہوم

اقرار باب افعال سے مصدر ہے اور "قرر" سے ماخوذ ہے اور اقرار کے لغوی معانی، ٹھہرنے کی جگہ، ثابت چیز، سر دھونا، حق بات کو تسلیم اور اس کا اعتراف کرنا علمائے لغت نے بیان کئے ہیں۔ (۱۸) اقرار کی اصطلاحی تعریف یوں کی گئی ہے۔

۱. اخبار عن ثبوت حق للغير علی نفسه۔ (۱۹)

دوسرے شخص کا اپنے اوپر حق ثابت ہونے کی خبر دینا ہے۔

۲. خبر یوجب حکم صدقہ علی قائلہ فقط بلفظہ او بلفظ نائبہ۔ (۲۰)

ایسی خبر جو کہنے والے پر صدق حکم کو واجب کرے چاہے وہ خبر اس کے اپنے الفاظ میں ہو یا کسی نائب کے الفاظ میں ہو۔ کسی جرم یا حق کا اعتراف کرنا چاہے مدعی علیہ خود کرے یا کسی وکیل یا نائب کے ذریعے سے کرے۔ مقدمہ دائر ہونے کی صورت میں مدعا علیہ کبھی تو حق یا جرم کا اقرار کرتا ہے اور کبھی انکار کرتا ہے انکار کی صورت میں قاضی مدعی سے گواہ طلب کرے گا یا پھر مدعا علیہ سے قسم کا مطالبہ کرے گا۔

اقرار کی مشروعیت

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُونُوا قَوَّامِينَ بِالْقِسْطِ شُهَدَاءَ لِلَّهِ وَلَوْ عَلَىٰ أَنْفُسِكُمْ أَوِ الْوَالِدَيْنِ وَالْأَقْرَبِينَ﴾ (۲۱)

اے ایمان والو تم انصاف پر مضبوطی کے ساتھ قائم رہنے والے، محض اللہ کے لئے گواہی دینے والے ہو جاؤ، خواہ گواہی خود تمہارے اپنے خلاف ہی کیوں نہ ہو۔

درج بالا آیت میں وجہ استدلال یہ ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباس نے آیت کے ماتحت تفسیر میں فرمایا:

امروا ان يقوموا الحق ولو على انفسهم- (۲۲)

حکم دیا گیا ہے کہ تم حق کہو کیوں نہ اپنے ہی خلاف کہنا پڑے۔

حضرت ماعز بن مالک (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے خود نبی پاک ﷺ کی بارگاہ میں آکر جرم زنا کا اقرار کیا ہے

حدیث ملاحظہ ہو۔

جاء ماعز بن مالک الى النبي فاعترف بالزنا مرتين فطرده ثم جاء فاعترف بالزنا مرتين فقال شهدت على نفسي اربع مرات اذهبوا به فارجموه- (۲۳)

”حضرت ماعز بن مالک (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نبی پاک ﷺ کی بارگاہ میں آئے اور زنا کا دو مرتبہ اعتراف کیا۔ پس آپ نے چھوڑ دیا۔ پھر آئے اور زنا کا پھر دو مرتبہ اعتراف کیا۔ جس پر آپ نے فرمایا کہ تم نے خود اپنے خلاف چار مرتبہ زنا کی گواہی دی ہے۔ (لہذا رجم واجب ہے) فرمایا پس اس کو لے جاؤ اور اسے رجم کرو۔“

فقہاء کا بھی اقرار کے حجت ہونے پر اجماع ہے:

”اجمعت الامة ان الاقرار حجة في حق المقر حتى اوجبوا الحدود والقصاص باقراره وقد نقل هذا الاجماع غير واحد من العلماء۔“ (۲۴)

امت کا اس بات پر اجماع ہے کہ اقرار، مقرر کے حق میں حجت ہے یہاں تک کہ اقرار کے ذریعے حدود اور قصاص بھی واجب ہو جاتے ہیں۔ اور اس اجماع میں کسی بھی عالم کا اختلاف نقل نہیں کیا گیا ہے۔

اقرار کے ارکان

فقہاء کرام کے اقرار کے ارکان کے بارے میں دو گروہ ہیں۔

گروہ اول:

اقرار کے چار رکن ہیں۔

۱. الفاظ اقرار
۲. مقرر (اقرار کرنے والا)
۳. مقررہ (جس کے لئے اقرار کیا جاتا ہے)
۴. مقربہ (جس چیز کا اقرار کیا جا رہا ہے)۔ (۲۵)

گروہ دوم:

اقرار کا صرف ایک رکن ہے اور وہ ”الفاظ اقرار“ ہے۔ (۲۶)

اقرار کے متعلق مختلف فقہاء کرام نے بہت فقہی قواعد ذکر کئے ہیں۔ مگر ذیل میں معتبر کتب قواعد فقہیہ سے قواعد اس طرح ذکر کئے جائیں گے جتنے جلتے قواعد کو ایک بحث کے ماتحت لا کر مروجہ پاکستانی قوانین کے ساتھ تقابل پیش کر کے اس بات کو ثابت کرنے کی کوشش کی جائے گی کہ کیا پاکستان کا وضعی قانون، قواعد فقہیہ کے موافق ہے یا نہیں؟

بحث نمبر ۱:

مالا یدخل فی البیع لایدخل فی الاقرار وما یدخل فی البیع یدخل فی الاقرار۔ (۲۷)

جو چیز بیع میں داخل نہیں ہوگی وہ اقرار میں بھی داخل نہیں ہوگی اور جو بیع میں داخل ہوگی وہ اقرار میں بھی داخل ہوگی۔

درج بالا فقہی قاعدہ دیکھنے میں تو کتاب البیع کے ساتھ مخصوص ہے۔ مگر حقیقت میں اس فقہی قاعدہ کا اطلاق مکمل فقہی مسائل پر ہوتا ہے۔ کیونکہ شریعت میں ہر اس بات کا اقرار قبول ہو گا جو معاہدہ یا معاملات کے طے ہونے کی شرائط میں شامل ہو۔ مقصد اگر کوئی ایسی بات جو شرائط میں مذکور نہیں ہے تو اس کی اقرار میں بھی کوئی حیثیت نہیں ہو گی۔ مذکور فقہی قاعدہ کا معنی عام کچھ یوں ہوا کہ اگر فریقین کے ہاں بیع یا کوئی معاہدہ ہوا تھا مگر بعد میں جھگڑا ہو گیا تو جس جس چیز یا شرائط پر بیع یا معاہدہ ہوا تھا اسی چیز کا اقرار لیا جائے گا۔ لہذا اگر مقرر نے اس چیز کا اقرار کیا جو بیع میں تو داخل نہیں تھی لیکن اقرار کر دیا تو ایسا اقرار کالعدم قرار دیا جائے گا۔

فقہ اسلامی سے تطبیق:

کسی شخص نے اونٹنی کو بیچا۔ بعد میں اونٹنی کے بچہ پر جھگڑا ہو گیا تو اب بائع نے اقرار کیا کہ میں نے صرف اونٹنی

بچی تھی۔ لیکن چونکہ بیع میں اونٹنی شامل تھی اور اس کا بچہ شامل نہیں تھا۔ لہذا بیع میں بھی صرف اونٹنی شامل ہوگی۔ اونٹنی کا بچہ بائع کو واپس کیا جائے گا۔ (۲۸)

پاکستانی عصری قانون سے تطبیق

درج بالا فقہی قاعدہ کے متعلق پاکستانی عصری قانون میں کوئی ایسا آرٹیکل تو موجود نہیں ہے جو فقہی قاعدہ سے لفظاً و معنی مطابقت رکھتا ہو۔ لیکن قانون شہادت میں معاہدات کے متعلق شخصی شہادت کے تناظر میں دیکھا جائے تو ضمنی مطابقت نظر آتی ہے۔ درج بالا فقہی قاعدہ میں اقرار کے مشمولات کا بیان ہے کہ جو چیز بیع میں داخل نہیں ہے تو اس کا اقرار بھی نہیں ہوگا۔ قانون شہادت ۱۹۸۲ء کے آرٹیکل ۱۰۲ میں شہادت کے متعلق لکھا گیا ہے کہ اگر کسی بابت کوئی معاہدہ یا ضبط تحریر کسی معاملہ کے متعلق ہو گئی ہے تو اس پر دیگر منقولی شہادت قبول نہیں کی جائے گی۔ معاہدہ بھی ایک طرح کا اقرار ہوتا ہے۔ مقصد یہ کہ جو چیز معاہدہ میں ہوگی اسی بات کا اقرار ہوگا۔ نیز معاہدہ کے خلاف باتوں یا چیزوں کے اقرار سے معاہدہ مشکوک قرار پائے گا۔ ملاحظہ ہو

When the terms of a fact, or of a grant, or of any other disposition of property, have been reduced to the form of a document, and in all Cases in which any matter is required by Law to be reduced to the form of a document, No evidence shall be given in proof of the terms of such matter, except the document itself, or secondary evidence of its contents in cases in which secondary evidence is admissible under the provisions here in before contained. (۲۹)

جب کسی معاہدہ کی یا کسی عطیہ کی دیگر انتقال جائیداد کی شرائط دستاویز کی صورت میں ضبط تحریر میں آچکی ہوں اور ایسی تمام صورتوں میں جن میں کسی معاملہ کا از روئے قانون دستاویز کی صورت میں ضبط تحریر میں لایا جانا مطلوب ہو تو مذکور معاہدہ عطیہ یا دیگر انتقال جائیداد کی شرط کو یا مذکور معاملہ کو ثابت کرنے کے لئے خود اس دستاویز یا ایسی صورتوں میں جن میں منقولی شہادت کے علاوہ کوئی شہادت ثبوت میں پیش نہیں کی جائے گی۔

قانون شہادت اور فقہی قاعدہ میں بالواسطہ ضمنی مطابقت پائی جاتی ہے۔ لہذا اس مطابقت کی بنا پر یہ کہا جاسکتا ہے کہ مذکور فقہی قاعدہ پاکستانی قانون شہادت کے حوالہ سے متضاد نہیں ہے۔

بحث نمبر ۲:

من ملک الانشاء ملک الاقرار۔ (۳۰)

جو انشاء (چیز یا حق) کا مالک ہو گا وہی اقرار کا مالک ہوگا۔

اقرار یا اعتراف، انسان صرف اپنی ذات کی حد تک کر سکتا ہے یا ان چیزوں میں اقرار کیا جاسکتا ہے جو اس کے دائرہ اختیار میں یا جن کا وہ مالک ہے۔ لہذا اگر اقرار کرنے والا اس چیز کا اقرار کر رہا ہے جو اس کے دائرہ اختیار یا ملکیت یا اس ملزم کے علاوہ کسی دوسرے شخص کا ہو تو ایسی صورت میں اقرار باطل ہو جائے گا۔

فقہ اسلامی سے تطبیق

اگر کسی شخص نے طلاق رجعی کے بعد دوران عدت رجوع کرنے کا اقرار کیا تو یہ رجوع قبول کیا جائے گا۔ لیکن اگر عدت گزرنے کے بعد اقرار کیا تو پھر اقرار رد کیا جائے گا۔ کیونکہ شوہر اس چیز کا اقرار کر رہا ہے جس کا وہ مالک ہی نہیں ہے۔ (۳۱)

پاکستانی عصری قانون سے تطبیق

قانون شہادت میں اس بات کی تصریح کی گئی ہے کہ اقبال یا اقبال جرم وہی فریق دے گا جس کو عدالت مجاز سمجھتی ہے۔ نیز اس کا ایک مطلب یہ بھی لیا جاسکتا ہے جس شخص کا اس مسئلہ کے ساتھ کسی قسم کا تعلق بھی نہیں ہے یعنی نہ تو وہ مدعی ہے اور نہ ہی مدعا علیہ ہے تو ایسے شخص کا اقبال یا اعتراف جرم فضول ہے اور عدالت ایسے شخص کو اقرار کا مجاز بھی نہیں سمجھے گی۔ اقرار کا مجاز وہی شخص ہو گا جو اقرار یا اقبال جرم کا بالواسطہ یا بلاواسطہ مالک ہو۔ ہاں اگر عدالت کسی غیر متعلقہ شخص کے اقرار کو ضروری سمجھتی ہو تو اس کے اقرار کو شہادت تسلیم کیا جائے گا۔ جیسے قانون شہادت ملاحظہ ہو۔

Statements made to Y a party to the proceeding, or by an agent to any such party, whom the court regards, under the circumstances of the case, as expressly or impliedly authorized by him to make them are admissions. (۳۲)

ایسے بیان اقبال ہیں جو کوئی فریق مقدمہ یا مذکور فریق کا کوئی ایسا مختار دے جس کو عدالت حالات مقدمہ کے تحت فریق مذکور کی طرف سے ان کے دینے کا صراحت و کنایہ مجاز سمجھے۔

درج بالا تصریح کے بعد یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ فقہی قاعدہ اور قانون شہادت آرٹیکل ۳۱ میں مطابقت ہے لیکن دونوں کی عبارت مختلف ہیں۔ قانون شہادت میں عدالت کا صواب دیدی اختیار ہے کہ جس اقبال جرم کے اہل سمجھے اسی سے اقرار لیا جائے گا۔ لیکن فقہی قاعدہ میں مطلقاً اقرار کا وہی مالک ہے جو انشا کا مالک ہے۔

بحث نمبر ۳:

کل سکران یصح اقرارہ الا اثین۔ (۳۳)

نشہ کی حالت میں کیا جانے والا اقرار صحیح ہے سوائے دو افراد کے۔

نشہ کرنا ایک تعزیری جرم ہے اور ہر وہ سکران قابل حد اور جرم ہے جس میں کوئی شخص زمین اور آسمان کو نہ پہنچاتا ہو۔ نشہ کرنے کا حکم اپنی جگہ حرام ہے۔ لیکن اگر کوئی شخص نشہ کی حالت میں اقرار کرتا ہے تو یہ اقرار صحیح ہوگا۔

کیونکہ وہ جانتا ہے کہ نشہ کرنا حرام ہے۔ مگر اس کے باوجود بھی وہ جرم کرتا ہے۔ لہذا شریعت نے بطور زجر نشہ کی حالت میں اقرار کو قبول کیا ہے۔ مسکر شخص کے اقرار کو تسلیم کرنے کی وجہ فقہاء یوں ذکر کرتے ہیں۔

ان السكران بطریق محذور زال عقله بسبب هو معصيته فيقع اقراره عقوبة له
وزجرا له عن ارتكاب المعصية ولهذا لو قتل انسانا او قذفه فعليه القصاص والحد
وهما لا يجبران على غير لاعاقل فدل ذلك على ان عقله جعل قائما۔ (۳۴)

سکر (نشہ) اس وجہ سے ممنوع و گناہ ہے کیونکہ اس سے عقل چلی جاتی ہے۔ پس ارتکاب معصیت کی وجہ سے اس کا اپنا اقرار اس کے لئے بطور عقوبت اور سزا تسلیم کیا گیا ہے۔ اسی وجہ سے اگر اس نے قتل کیا یا تہمت لگائی تو اس پر قصاص اور حد جاری ہوگی۔ حالانکہ یہ دونوں پاگل شخص پر واجب نہیں ہوتی ہیں۔ لہذا یہ بات دلالت کرتی ہے کہ نشہ کی حالت میں بھی وہ عاقل ہوتا ہے پاگل نہیں ہوتا۔

فقہ اسلامی سے تطبیق

اگر کسی شخص نے جان بوجھ کر نشہ کیا اور پھر اور نشہ کی ہی حالت میں اقرار کیا تو اس کا اقرار قبول کیا جائے گا۔ لیکن اگر کسی کو نشہ پر مجبور کیا گیا یا اس نے شراب یا نشہ آور اشیاء کو اس نیت سے پی لیا کہ ان چیزوں سے نشہ نہیں ہوتا ہے۔ تو ایسے دو افراد کا اقرار تسلیم نہیں کیا جائے گا۔ درج بالا فقہی قاعدہ کے ضمن میں امام سبکی نے ایسے دو شخص کا استثناء ذکر کیا ہے کہ ان کا اقرار قبول نہیں کیا جائے گا۔

۱۔ شراب پینے پر مجبور کیا جانے والا شخص

۲۔ جس نے شراب کو نشہ آور چیز سمجھ کر نہ پیا ہو۔ (۳۵)

پاکستانی عصری قانون سے تطبیق

قانون شہادت میں نشہ آور شخص کے اقرار کو ناقابل ادخال شہادت قرار دیا گیا ہے۔ قانون شہادت ۱۹۸۴ء سے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ اقرار یا اقبال جرم جس مشکوک حالت میں بھی کیا جائے ناقابل قبول ہے۔

If such confession is otherwise relevant, it does not become irrelevant merely because it was made under a promise of secrecy, or in consequence of a deception of practiced on the accused person for the purpose of obtaining it, or when he was drunk or because it was made in answer to questions when he need not have answered, whatever may have been the form of those questions, or because he was not bound to make such confession, and that evidence of it might be given against him. (۳۶)

ایسا اقبال جرم جو بصورت دیگر متعلقہ اور قابل ادخال شہادت ہو۔ مندرجہ ذیل وجوہات کی بناء پر ناقابل ادخال

شہادت قرار دیا جائیگا۔

۱. اقبال / اقرار کو خفیہ رکھا جانے کا وعدہ کیا گیا ہو۔
۲. ملزم کو دھوکے دے کر حاصل کیا گیا ہو۔
۳. بحالت نشہ کیا گیا ہو۔
۴. بحالت پوچھ گچھ کیا گیا ہو۔

فقہی قاعدہ اور قانون شہادت کی اس مسئلہ میں عدم مطابقت نظر آتی ہے کہ اگر کسی شخص نے نشہ کی حالت میں کسی جرم کا اقرار کیا ہے تو یہ اقرار قانون شہادت کی رو سے درست نہیں ہے۔ لہذا آج جس طرح سیکورٹی ادارے یا خفیہ ایجنسیاں ملزمان کو نیم مصنوعی نشہ دیکر تفتیش کرتے ہیں اور ان سے جرائم کا اقرار کرواتے ہیں ایسا اقرار تفتیش کی حد تک تو درست ہے لیکن سزا کے لئے عدالت یا قاضی کے پاس دوبارہ اقرار ہوش و حواس میں، جبر و اکراہ یا پولیس کے ڈر کے بغیر ہونا چاہئے۔ اور یہی شق پاکستان کے مروجہ تعزیرات پاکستان میں بھی ہے۔ تفتیش کے لئے ہٹ دھرم، ضدی، اور عادی مجرموں سے نیم بے ہوشی کے لئے ادویات دے تحقیق کرنا محقق کے نزدیک اس وجہ سے درست ہے کہ عادی جرائم پیشہ افراد معمولی حالت میں کبھی بھی ارتکاب جرم کا نہ تو اقرار کرتے ہیں نہ ان کے ڈر کی وجہ سے لوگ شہادت کے آتے ہیں لیکن اس طریقہ کار میں اس بات کا بھی خیال رکھا جائے کہ ملزم کو نیم بے ہوشی والا نشہ دیا جائے۔ اور ایسا نشہ بھی نہ دیا جائے جس سے اس کی موت واقع ہو جائے یا اس کو کوئی اور بیماری لاحق ہو جائے۔

بحث نمبر ۴:

۱. جہالة المقر تمنع صحة الاقرار۔ (۳۷)
۲. الاقرار بشيء محال باطل۔ (۳۸)
۳. الاقرار بالمجهول صحيح۔ (۳۹)
۴. الاقرار للجمله باطل۔ (۴۰)
۱. اقرار کرنے والے کی جہالت صحت اقرار سے مانع ہے۔
۲. محال چیز کا اقرار باطل ہے۔
۳. مجہول چیز کا اقرار کرنا درست ہے۔
۴. مجہول شخص کے لئے اقرار کرنا باطل ہے۔

درج بالا فقہی قواعد میں اقرار، مقرر، مقررہ اور مقربہ کی شرائط کا بیان ہے۔ شریعت میں اقرار کرنے والا ناواقف شخص نہ ہو اور اقرار کرنے والا محال یعنی ناممکن چیز کا اقرار بھی نہ کرے۔ محال چیز سے مراد ایسی چیز ہے جس کو عرف و عادة تسلیم کرنے سے انکاری ہو۔ جیسے پہاڑ کے برابر سونے کی ملکیت کا اقرار کرنا محال ہے۔ لیکن اگر اقرار کرنے والے

نے مجہول چیز یعنی مقربہ کے مجہول ہونے کا اقرار کیا تو ایسا اقرار تسلیم کیا جائے گا۔ کیونکہ مجہول چیز کا تعین مقررہ یا مقرر سے بھی ہو سکتا ہے۔ فقہاء کرام نے اس ضمن میں اصول ذکر کیا ہے کہ اگر مجہول چیز کا اقرار کیا جاتا ہے تو یہ صحیح ہے۔ لان الاقرار اخبار عن حق سابق والشئ يخبر عنه مجملا تارة وتارة مفصلا ولان جهالة المقر به لاتضر۔ (۴۱)

اقرار سے مراد کسی سابقہ حق کی خبر دینا ہے اور وہ شئی جس کی خبر دی جا رہی ہے کبھی وہ مجمل ہوتی ہے اور کبھی مفصل ہوتی ہے کیونکہ مقربہ کی جہالت نقصان دہ نہیں ہے۔

مقربہ اگر مجہول ہے تو اسکی وضاحت مقرر (اقرار کرنے والے) سے پوچھی جاسکتی ہے۔ لہذا قاضی کے سامنے بحث میں مقربہ کی جہالت کا پتہ چلایا جاسکتا ہے کیونکہ مقربہ کی جہالت کی وضاحت اقرار کرنے والے پر بھی لازم ہو جاتی ہے۔ لیکن اگر جس شخص کے لئے اقرار کیا جا رہا ہے وہ مجہول ہے تو ایسا اقرار بھی باطل ہو گا۔ جیسے اگر کوئی شخص اقرار کرتا ہے کہ فلاں شخص کا حق مجھ پر ہے مگر میں صاحب حق شخص کو نہیں جانتا ہوں۔ لہذا ایسا اقرار باطل ہو جائے گا۔ اقرار کرنے کا مقصد بھی یہی ہوتا ہے کہ کسی شخص کے لئے حق یا جرم کا اپنے اوپر التزام یا تعین کیا جائے۔ لہذا جس شخص کے لئے حق کا اقرار کیا جا رہا ہے وہ اگر نامعلوم ہو تو پھر اقرار کا اصل مقصد فوت ہو جاتا ہے۔ اور اس صورت میں اقرار لغو ہو جائے گا۔ لیکن اگر ایسی جہالت ہو کہ جس کا پتہ چلایا سکتا ہو مثلاً مقررہ کون ہے؟ تو اس صورت میں اقرار قبول کیا جائے گا۔

اما اذا كانت الجهالة يسرة فلا تضر كقوله لاحد هذين على الف دينار اردوني فاقراهه صحيح۔ (۴۲)

اگر مقررہ کی جہالت کی تھوڑی ہو تو وہ نقصان دہ نہیں ہے۔ جیسے کہ ان دو میں سے کسی ایک کا مجھ پر ہزار روپے لازم ہے تو یہ اقرار صحیح ہے۔ کیونکہ اس میں تعین ہو سکتا ہے کہ کس شخص کا ہزار روپے لازم ہے۔

فقہ اسلامی سے تطبیق

- ۱- اگر دو مردوں نے کہا کہ فلاں آدمی کے ہم میں سے کسی ایک پر ہزار روپے قرض ہے۔ یہ اقرار درست نہیں ہے کیونکہ مقرر (اقرار کرنے والا) نامعلوم شخص ہے۔ (۴۳)
- ۲- اگر کسی نے اپنے ہاتھ کے کاٹنے کی دیت کا اقرار کیا کہ میں نے دیت دینی ہے۔ جبکہ اس کے ہاتھ بالکل درست ہوں۔ تو ایسی صورت میں اقرار باطل ہے کیونکہ محال چیز کا دعویٰ ہے۔ (۴۴)
- ۳- اگر ایک شخص فوت ہو گیا اور اس کے ورثاء میں ایک بیٹا اور ایک بیٹی تھی۔ بیٹے نے نصف نصف وراثت تقسیم کرنے کا اقرار کیا تو یہ اقرار بھی باطل ہے۔ (۴۵)

۵- اگر کوئی اقرار کرے کہ میں نے فلاں مالک نے فلاں شخص کا قرضہ دینا ہے مگر نہ تو اس نے مالک کو دیکھا ہے اور نہ ہی اس شخص کا پتہ ہے کہ وہ کون ہے؟ کیا کرتا ہے؟ لہذا ایسے مجہول مقررہ کا اقرار صحیح نہیں ہو گا۔ (۴۷)

درج بالا آرٹیکلز اور فقہی قواعد میں مکمل مطابقت پائی جاتی ہے۔

بحث نمبر ۵:

۱. اقرار اللسان علی نفسہ مقبول۔ (۵۰)
 ۲. الاقرار حجة قاصرة على المقر ولا يتعدى الى غيره۔ (۵۱)
 ۱. انسان کا اپنی ذات پر اقرار مقبول ہے۔
 ۲. اقرار کرنے والے کے خلاف اقرار ایک محدود دلیل ہے لہذا اقرار کسی اور کی طرف متعدی نہیں ہوگا۔
- اقرار خود اپنی ذات پر کسی جرم یا حق کو ثابت کرنے کے لئے حجت ہے۔ انسان کا اقرار اپنی ذات پر اس وقت حجت ہوگا جب دیگر شرائط بھی پائی جائیں۔ مثلاً اقرار کرنے والا عاقل، بالغ ہو، اقرار عرف و عادت اور عقل کے بھی خلاف نہ ہو۔ جب اقرار مقررہ شرائط کے مطابق ہوگا تو ایسا اقرار حجت ہوگا۔ شیخ زرقانے درج بالا فقہی قاعدہ میں ایک شرط یہ بھی لگائی ہے۔
- يشترط لاعتبار الاقرار شرعا والعمل بموجبه لا يكون الاقرار مضرا بالغير ومفوتا عليه حقا والا بطل۔ (۵۲)
- مقرر کا اپنی ذات کے لئے اقرار کا اعتبار اس وقت شرعی لحاظ سے کیا جائے گا جب وہ اقرار کسی کو بلا وجہ نقصان دینے والا نہ ہو اور کسی کے حق کو بھی باطل کرنے والا نہ ہو۔ اگر ایسا ہو تو پھر اقرار باطل ہو جائے گا۔
- مذکورہ قواعد میں یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ اقرار کا تعلق صرف اقرار کرنے والے کے ساتھ ہی ہے۔ اگر کسی شخص نے اقرار کیا تو اس اقرار کا تعلق صرف اور صرف اس کی ذات تک محدود ہوگا۔ لیکن شہادت اس کے برعکس ہے اگر گواہ نے شہادت پیش کی تو یہ شہادت متعدی ہو سکتی ہے۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ اگر عدالت یہ سمجھے کہ گواہ کی شہادت کی وجہ سے کوئی اور شخص ملزم یا مجرم بن رہا ہے تو عدالت اسی شخص کو مدعا علیہ یا مجرم کے طور پر طلب کر کے سزا جاری کرے گی۔ لیکن شہادت کے مقابلہ میں اقرار کمزور گواہی ہے۔ اسی وجہ سے اقرار کسی دوسرے شخص کے لئے حجت نہیں ہے۔ مطلب قاضی اقرار کی بنیاد پر کسی دوسرے کو مجرم نہیں ٹھہرا سکتا ہے۔ اقرار کے متعدی نہ ہونے کی وجہ یوں بیان کی گئی ہے۔
- والاقرار حجة قاصرة على نفس المقر لا تتجاوز الى غيره لانه كونه حجة يبتنى على زعمه وزعمه ليس بحجة على غيره۔ (۵۳)
- اقرار ایک کمزور حجت ہے جو اقرار کرنے والے پر ہی محدود ہوگا کسی اور کی طرف تجاوز نہیں کرے گا کیونکہ یہ مقرر کے گمان کی بنیاد پر اس کو حجت تسلیم کیا گیا ہے اور کسی انسان کا گمان کسی دوسرے شخص کے خلاف حجت نہیں بن سکتا ہے۔

فقہ اسلامی سے تطبیق

- ۱- دو آدمیوں کی مال میں شراکت تھی تو ان میں سے کسی ایک نے کسی دوسرے شخص کے لئے بھی نصف مال شامل ہونے کا اقرار کر دیا مگر دوسرا شریک تیسرے آدمی کی شراکت کا انکار کرتا ہے۔ لہذا جس نے اقرار کیا ہے اس کو نصف مال دینا پڑے گا۔ (۵۴)
- ۲- اگر وراثت میں سے کسی نے میت کے لئے قرضہ کا اقرار کیا ہے تو ایسا قرض کا اقرار، اقرار کرنے والے کی ذات پر ہی محدود ہو گا۔ لہذا صرف یہی وارث اپنے حصہ کے مطابق قرض ادا کرے گا۔ حکم دیگر کی طرف متعدی نہیں ہو گا۔ (۵۵)
- ۳- اگر کسی نے اقرار کیا کہ فلاں کا مجھ پر اور زید پر قرض ہے۔ تو یہ اقرار صرف اقرار کرنے والے ہی پر نافذ ہو گا اور زید کے حق میں ناقابل ادخال شہادت ہے۔ (۵۶)

پاکستانی عصری قانون سے تطبیق:

قانون شہادت کی رو سے اقرار یا اعتراف جرم کسی دوسرے شخص کے خلاف بھی بطور ثبوت بن سکتا ہے۔ قانون شہادت کی رو سے حدود کے مقدمات میں شریک جرم کی گواہی ناقابل ادخال شہادت ہے۔ مگر دیگر مقدمات میں شریک جرم سلطانی گواہ بن سکتا ہے۔

An accomplice shall be a competent witness against an accused person, except in case of an offence punishable with hadd and a conviction is not illegal merely because it proceeds upon the uncorroborated testimony of an accomplice. (۵۷)

کوئی شریک جرم کسی ملزم شخص کے خلاف شہادت دینے کا اہل ہو گا۔ بجز ایسے جرم کی صورت میں جو حد کا مستوجب ہو اور کوئی سزایابی محض اس بناء پر ناجائز نہیں ہے کہ وہ شریک جرم کی ایسی شہادت کی بناء پر صادر ہوئی جس کی تائید نہ ہوتی ہو یعنی اگر شریک جرم، اقرار جرم کرے اور معافی کے بعد سلطانی گواہ بن جائے اور دیگر ملزموں کے خلاف شہادت دے تو ایسا شخص (Approver) معین کہلاتا ہے۔ ایک شریک جرم کی شہادت کو دوسرے شریک جرم کے بیان کی توثیق کے لئے پیش کی جاسکتی ہے۔

درج بالا قانون شہادت کے آرٹیکل ۱۶ کی روشنی میں کہا جاسکتا ہے کہ آرٹیکل ۲۴۱ کور فقہی قاعدہ سے متضاد ہے۔ فقہی قاعدہ میں اقرار شریک جرم کے لئے شہادت نہیں ہے۔ جبکہ قانون شہادت میں شریک جرم کی شہادت کو تسلیم کیا گیا ہے۔

بحث نمبر ۶:

۱. من انکرحقا لغيره ثم اقر به قبل۔ (۵۸)
 ۲. المقر اذا صار مكذبا شرعا بطل اقراره۔ (۵۹)
 ۳. المقر له اذا كذب المقر بطل اقراره۔ (۶۰)
 ۱. جس نے کسی کے حق کا انکار کیا مگر بعد میں اسی حق کا اقرار کر دیا تو یہ اقرار قبول کیا جائے گا۔
 ۲. اقرار کرنے والا جب شرعی طور پر جھوٹا ثابت ہو جائے تو اس کا اقرار باطل ہو جائے گا۔
 ۳. جس کے لئے اقرار کیا گیا اگر وہ اقرار کرنے والے کو جھٹلا دے تو اس کا بھی اقرار باطل ہو جائے گا۔
- شیخ صدیقی بورنوں نے درج بالا قواعد کے ساتھ ساتھ ایک اور فقہی قاعدہ یوں نقل کیا ہے۔
- الاقرار بعد الانكار صحيح۔ (۶۱)

انکار کے بعد اقرار کرنا درست ہے۔

درج بالا فقہی قواعد کی وضاحت یہ ہے کہ اگر کوئی شخص کسی معاملہ میں پہلے انکار کر دیتا ہے بعد میں وہی شخص اسی معاملہ کے متعلق اقرار کر لیتا ہے تو ایسا اقرار درست ہو گا۔ کیونکہ جب کسی شخص کے ذمہ کوئی حق ثابت ہوتا ہے تو فطرتی طور پر وہ اس سے بھاگنے کی کوشش کرتا ہے۔ جیسے ہی اس پر حق عیاں ہوتا جاتا ہے تو بعد میں وہی شخص مجبوراً یا عدالتی خوف کی وجہ سے اقرار کر لیتا ہے تو ایسا اقرار صحیح ہے۔ لیکن اگر اقرار کرنے والے کو کوئی شخص جھوٹا ثابت کر دے جس کے لئے اقرار کے ساتھ مقررہ کا بھی نفع یا نقصان وابستہ ہے۔ یا ایسا شخص جس کو شرعاً یا عدالت مکذوب قرار دیا جائے تو اس کا اقرار ناقابل قبول ہے۔ لہذا جب یہ بات ثابت ہو جائے کہ مقرر نے جھوٹا اقرار کیا ہے تو پھر اس اقرار کی نہ تو کوئی شرعی حیثیت باقی رہے گی اور نہ ہی کوئی قانونی حیثیت باقی ہوگی۔

فقہ اسلامی سے تطبیق

- ۱۔ اگر کوئی شخص کسی پر ایک ہزار روپے کا دعویٰ کرتا ہے مگر مدعا علیہ نے انکار کر دیا۔ جبکہ بعد میں اس نے قرض کا اقرار کر لیا تو ایسا اقرار قبول کیا جائے گا۔ (۶۲)
- ۲۔ اگر کسی شخص نے اقرار کیا کہ تیرا مجھ پر قرض ہے۔ مگر جس کا قرض تھا اس نے کہا کہ میرا تجھ پر کوئی حق لازم نہیں ہے۔ تو اس صورت میں اقرار باطل ہو جائے گا اور مال مقرر کے ہاتھ میں رہے گا۔
- ۳۔ زمین کی خریداری پر مشتری اور بائع کا جھگڑا ہو گیا۔ بذریعہ قاضی بائع نے ثابت کر دیا کہ اس نے دو ہزار درہم میں خریدی ہے۔ بعد میں شفیع نے شفیع کر دیا۔ لہذا شفیع کرنے والے کو بھی دو ہزار دینے ہونگے کیونکہ شفیع مکذب شرعی کو جھٹلانے والا بن جائے گا۔ (۶۳)

پاکستانی عصری قانون میں تطبیق

قانون شہادت کی رو سے بھی اگر اقرار کرنے والے کے اقرار کو جھوٹا ثابت کیا جائے تو اقرار باطل ہو جائے گا۔ کیونکہ قانون شہادت کی رو سے اقرار ثبوت قطعی نہیں ہے۔

Admissions are not conclusive proof of the matter admitted but they may operate as estoppels under the provisions here in after contained. (۶۴)

اقرار ایسے امور میں ثبوت قطعی نہیں ہیں۔ جن کا اقبال کر لیا گیا ہو مگر وہ بعد ازیں مشمولہ احکام کے تحت امر مانع تقریر مخالف ہو سکے۔

اقرار میں ضروری ہے کہ اس کو ثابت بھی کیا جاسکتا ہو۔ اقرار کا ثبوت اقبال کنندہ پر لازم ہے۔ دوسرے الفاظ میں مدعی اقرار کو رد بھی کر سکتا ہے اسی وجہ سے ثبوت کی ذمہ داری اقبال کنندہ پر ہے۔

Admissions are relevant and may be proved against the person who makes them or his representative in interest. (۶۵)

اقرار متعلقہ ہو اور وہ اقرار جس مخصوص شخص کے خلاف دیا گیا ہے یا اس کے نمائندہ کے خلاف اس اقرار کو ثابت بھی کیا جاسکتا ہو۔

لہذا درج بالا تصریحات سے ثابت ہوتا ہے۔ قانون شہادت میں بھی مقررہ اقرار کو جھٹلا سکتا ہے۔ فقہی قاعدہ ”من انکر لغيره ثم اقر به قبل“ تو قانون شہادت سے کلی مطابقت رکھتا ہے۔ کیونکہ قانون شہادت کی رو سے اقرار یا اقبال کسی حج کے سامنے اور بغیر کسی دباؤ کے لیا جاتا ہے۔ پاکستانی وضعی قانون میں ملزم اگر تفتیش میں اقرار بھی کر لے مگر عدالت کے سامنے انکاری ہو تو ایسا اقرار ناقابل قبول ہو گا۔ پاکستانی قانون میں پولیس کے سامنے اقرار کی کوئی حیثیت اس وجہ سے نہیں ہے کیونکہ ایسا اقرار دباؤ میں لیا جاتا ہے۔ قانون شہادت میں حج جس اقرار پر مطمئن ہوتا ہے وہی قبول ہوتا ہے۔ اسی طرح فقہی قاعدہ ”المقر اذا صار مكذبا شرعا بطل اقراره“ اور قاعدہ ”المقر له اذا كذب المقر بطل اقراره“ بھی قانون شہادت سے جزوی موافقت رکھتے ہیں۔

نتائج تحقیق

۱۔ درج بالا فقہی قواعد ذکر کرنے سے یہ نتیجہ اخذ کیا جاتا ہے کہ اقرار، مقرر کے حق میں حجت ہے اور اس پر امت کا اجماع بھی ہے۔

۲۔ اقرار، مقرری اقرار کرنے والے کے حق میں حجت اور شہادت ہے۔ مقرر کے علاوہ کسی اور کی طرف اقرار متعدی نہیں ہو سکتا ہے۔ جبکہ شہادت کی دیگر اقسام متعدی ہو سکتی ہیں۔

- ۳۔ اقرار ایک کمزور حجت ہے یہی وجہ ہے کہ اقرار کو جھٹلائے جانے کی صورت میں باطل ہو جاتا ہے۔
- ۴۔ پاکستان میں رائج بہت سے قوانین کا شریعت کے ساتھ تضاد نظر آتا ہے۔ اس کی ایک وجہ تو یہ ہو سکتی ہے کہ آزادی کے وقت حکومت برطانیہ کے منظور کردہ قوانین معمولی تبدیل کر کے رائج کیا گیا اور وہی قوانین آج تک رائج ہیں۔ اس کی واضح مثال تعزیرات پاکستان ۱۸۶۰ء ہے۔
- ۵۔ نیز یہ بات بھی ثابت ہوتی ہے کہ اقرار سے متعلق قواعد فقہیہ اور پاکستان کے قانون شہادت میں نہ تو کلی تضاد ہے اور نہ موافقت ہے۔ اگرچہ قانون شہادت ایکٹ منظور کروانے میں کئی علمائے کرام کا کردار نظر آتا ہے۔ مگر اس کے باوجود بھی کئی مقامات پر فقہ اسلامی اور قانون شہادت کی تطبیقات میں تضاد نظر آتا ہے۔
- ۶۔ نیز یہ بات بھی عیاں ہے کہ عصری و وضعی قوانین کا مسلمہ قواعد فقہ کے ساتھ مطابقت رکھنا لازم ہے نہ کہ قواعد فقہ کا وضعی قانون کے ساتھ مطابقت شرط ہے۔ لہذا تضاد کی صورت میں وضعی قانون کو از سر نو مرتب کیا جائے گا نہ کہ قواعد فقہیہ کو۔

سفارشات

- ۱۔ پاکستان کی جامعات میں علم قواعد فقہ کو ایک مستقل مضمون کی حیثیت سے ایم فل اور پی ایچ ڈی کی سطح پر نصاب میں شامل کرنے کی سفارش کی جاتی ہے۔
- ۲۔ اسلامی نظریاتی کونسل کو پاکستان کے جملہ قوانین کو قواعد فقہ کی تطبیقات کی روشنی میں از سر نو مرتب کرنے کی سفارش کی جاتی ہے۔
- ۳۔ محقق اس بات کی سفارش کرتا ہے مروجہ پاکستانی قوانین کو حکومت برطانیہ کے بنائے ہوئے قوانین یا پاکستان بننے کے بعد معرض وجود میں آنے والے قوانین کا اسلامی نقطہ نظر سے از سر نو جائزہ لینے کی ضرورت ہے۔

حوالہ جات

- ۱۔ اصفہانی، حسین بن محمد، (متوفی ۵۰۲ھ)، المفردات، تحقیق محمد سید کیلانی، مصر، مصطفیٰ البابی الحلبی، ۱۳۸۱ھ، ۲۰۹
- ۲۔ البقرة: ۱۲۷
- ۳۔ ابن فارس، احمد بن زکریا، (متوفی ۳۹۵ھ)، معجم المقیاس فی اللغة، بیروت، دار الکتب العلمیہ، ۱۴۲۰ھ / ۱۹۹۹ء، ۲ / ۲۱۰
- ۴۔ ایضاً
- ۵۔ القمر: ۵۵
- ۶۔ تفتازانی، محمد بن مسعود، (متوفی ۷۹۲ھ)، التلویح علی التوضیح، بیروت، دار الکتب العلمیہ، ۱۴۱۶ھ / ۱۹۹۶ء، ۱ / ۲۰

- ٤ الازہری، محمد بن احمد، (متوفی ٣٤٠ھ)، تہذیب اللغۃ، بیروت، دار احیاء التراث، ٢٠٠١ء، ٥/ ٢٠٣
- ٨ فراہیدی، غلیل بن احمد، (متوفی ١٨٢ھ)، العین، بیروت، دار احیاء التراث العربی، ١٣٢١ھ / ٢٠٠١ء، ٣/ ٣٤٠
- ٩ جرجانی، عبد القاہر بن عبد الرحمن، (متوفی ٣٤١ھ)، التعریفات، بیروت، دار الکتب العلمیہ، ١٩٨٥ء، ٢١٦
- ١٠ الحموی، احمد بن محمد، (متوفی ١٠٩٨ھ)، غرر عیون البصائر شرح الاشباہ والنظائر، دار الطباعة العامرة، ١٣٥٤ھ، ١/ ٢٢
- ١١ ندوی، علی بن احمد، القواعد الفقہیہ، مفہومہا ونشأتہا، دمشق، دار القلم، ١٣٢٠ھ / ٢٠٠٠ء، ص ٣٣
- ١٢ مادہ قس، ١٤٤/ ٣ ابن منظور، محمد بن مکرم، (متوفی ٦٣٠ھ)، لسان العرب، بیروت لبنان، دار صادر،
- ١٣ کرم، عبد الواحد، معجم مصطلحات الشریعۃ والقانون، قاہرہ، دار الفضیلۃ، ١٩٩٨ء، ص ٣٢٢
- ١٤ ابن ماجہ، ابو عبد اللہ محمد بن یزید، (متوفی ٢٤٥ھ)، السنن، تحقیق محمد فواد عبد الباقی، بیروت، دار الفکر، ٨٢/ ٢، رقم ٢٣٣٠
- ١٥ صنعانی، عبد الرزاق بن ہمام، (متوفی ٢١١ھ)، المصنف، بیروت، المکتب الاسلامی، ١٣٣٠ھ، ٨/ ٢٥٣، رقم ١٥١١٣
- ١٦ شبیر، ڈاکٹر عثمان، القواعد الکلیۃ والضوابط الفقہیۃ فی الشریعۃ الاسلامیۃ، اردن، دار النفائس، ١٣١٨ھ / ٢٠٠٤ء، ص ٣٤٣٦
- ١٧ ابن نجیم، زین الدین بن ابراہیم، (متوفی ٩٤٠ھ)، الاشباہ والنظائر، بیروت، دار الکتب العلمیہ، ١٣١٩ھ / ١٩٩٩ء، ١/ ١٣
- ١٨ بھوقی، منصور بن یونس، الروض المربع شرح زاد المستقنع، ریاض، مکتبۃ الریاض الحدیث، ٩٣/ ٣
- ١٩ زیلعی، عثمان بن علی، (متوفی ٤٣٣ھ)، تبیین الحقائق، مصر، مطبوعہ بولاق، ١٣١٣ھ، ٢/ ٥
- ٢٠ الصاوی، احمد، (متوفی ١٢٣١ھ)، بلغة المسالک لا قرب المسالک، قاہرہ، مکتبۃ تجاریہ، ١٤٦/ ٢
- ٢١ النساء: ١٣٥
- ٢٢ القرطبی، محمد بن احمد، الجامع لاحکام القرآن، قاہرہ، دار الکتب العربی، ١٣٨٤ھ، ٥/ ١١٣
- ٢٣ السجستانی، سلمان بن اشعث، (متوفی ٢٤٥ھ)، سنن ابن داؤد، بیروت، مکتبۃ العصریہ، ١٣٤/ ٢، رقم ٢٢٢٦
- ٢٤ مقدسی، عبد الرحمن بن ابراہیم، (متوفی ٢٢٢ھ)، العدة فی شرح العمدة، ریاض، مکتبۃ الریاض، ٦١/ ٢
- ٢٥ الشرینی، مغفی المحتاج، ٢/ ٢٣٨
- ٢٦ الکاسانی، بدائع الصنائع، ٤/ ٢٠٨
- ٢٧ السبکی، الاشباہ والنظائر، ١/ ٣٣٣
- ٢٨ السبکی، الاشباہ والنظائر، ١/ ٣٣٣
- ٢٩ پاکستان قانون شہادت ١٩٨٢ء، آرٹیکل ١٠٢
- ٣٠ السبکی، الاشباہ والنظائر، ١/ ٣٣٤- (٢) ابن نجیم، الاشباہ والنظائر، ١/ ٢١٥ (٣) السیوطی، الاشباہ والنظائر، ١/ ٢٦٣
- ٣١ ابن نجیم، الاشباہ والنظائر، ١/ ٢١٥
- ٣٢ قانون شہادت ١٩٨٢ء، آرٹیکل ٣١
- ٣٣ السبکی، الاشباہ والنظائر، ١/ ٣٣٠
- ٣٤ التقطازی، سعد الدین، (متوفی ٤٩٢ھ)، التلویح، مصر، مطبوعہ الخیریہ، ١٣٢٢ھ، ٢/ ٣٣٩
- ٣٥ ابن نجیم، الاشباہ والنظائر، ١/ ٣٣٠
- ٣٦ قانون شہادت ١٩٨٢ء، آرٹیکل ٢٢

۳۷	ابن نجیم، الاشباہ والنظائر، ۱/۲۲۰
۳۸	ایضاً، ۱/۲۱۷
۳۹	ابن نجیم، الاشباہ والنظائر، ۱/۲۲۰
۴۰	ابن نجیم، الاشباہ والنظائر، ۱/۲۱۵
۴۱	الرملی، نہایۃ المحتاج، ۵/۸۶
۴۲	الرحلی، وسائل الاثبات، ۲۴۹
۴۳	ابن نجیم، الاشباہ والنظائر، ۱/۲۲۰
۴۴	ایضاً، ۱/۲۱۷
۴۵	ابن نجیم، الاشباہ والنظائر، ۱/۲۱۷
۴۶	مواق، محمد بن یوسف، (متوفی ۶۴۲ھ)، التاج والاکلیل، بیروت، دارالفکر، ۱۳۹۸ھ، ۵/۲۲۸
۴۷	ایضاً
۴۸	قانون شہادت، آرٹیکل ۴۶
۴۹	قانون شہادت۔ آرٹیکل ۳۴
۵۰	السیوطی، الاشباہ والنظائر، ۱/۴۶۴
۵۱	ابن نجیم، الاشباہ والنظائر، ۱/۲۱۷
۵۲	زر قا، شرح القواعد الفقہیہ، ۱/۴۰۴
۵۳	زر قا، شرح القواعد الفقہیہ، ۱/۳۹۵
۵۴	ندوی، علی احمد، القواعد والضوابط المستخلصة من التحرير، قاہرہ، مؤسسۃ السعودیہ، ۱۴۱۱ھ، ۳۲۶
۵۵	زر قا، شرح القواعد الفقہیہ، ۱/۳۹۵
۵۶	بورنو، محمد صدق، الوجیز فی ایضاح قواعد الكلية، بیروت، مؤسسۃ الرسالہ، ۱۴۱۶ھ/۱۹۹۶ء، ۱/۳۵۶
۵۷	قانون شہادت ۱۹۸۳ء، آرٹیکل ۱۶
۵۸	السکی، الاشباہ والنظائر، ۱/۳۴۷- (۲) السیوطی، الاشباہ والنظائر، ۱/۴۶۶
۵۹	ابن نجیم، الاشباہ والنظائر، ۱/۲۱۶
۶۰	ابن نجیم، الاشباہ والنظائر، ۱/۲۱۵
۶۱	بورنو، موسوعة القواعد الفقہیہ، ۲/۲۴۱
۶۲	بورنو، موسوعة القواعد الفقہیہ، ۲/۲۴۱
۶۳	بورنو، محمد صدق، الوجیز فی ایضاح قواعد الكلية، ۱/۳۵۴
۶۴	قانون شہادت ۱۹۸۳ء، آرٹیکل ۴۵
۶۵	قانون شہادت ۱۹۸۳ء، آرٹیکل ۳۷